فرمایا گیا جسکا مطلب یہ ہے کہ ان پر عذاب اتنے زمانہ تک ہوتا رہیگا جتنا زمانہ آسمان وزمین کے فنا ہونے
چونکہ آسمان وزمین کا بقا متناہی ہے اسلئے انکی مدت عذاب بھی متناہی ہے۔ نیز باری تعالیٰ نے الاما شاء ربک فرماکر
یہ استثناء ان کے عذاب سے کیا گیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان کا عذاب ایکدن ضرور ختم ہو جائیگا۔ مادامت
السموات کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے آیت سے آسمان وزمین دنیاوی مراد لئے ہیں آیت سے اس معنی کو مراد لینا
درست نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اس سے مراد اخروی آسمان وزمین ہیں جسطرح کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے یَوْمَ
تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ۔ یعنی قیامت کے دن موجودہ آسمان وزمین نہ ہوگا بلکہ اسکی
جدید پیدا کیا جائیگا اور وہ آسمان وزمین ہمیشہ باقی رہیں گے۔ دوسرے کلام پاک کا نزول عرب کی زبان اور ان کی
اصطلاح کے مطابق ہوا ہے نہ ہماری زبان اور خیال کے مطابق عرب لوگ مادام بولکر دوام وہمیشگی مراد لیا کرتے ہیں
اور دوسرے ان کے عقیدے کے مطابق آسمان زمین کو فنا ہونا لازم نہیں آتا۔ اس کے علاوہ وہ جواب یوں بھی ہو سکتا ہے
کہ آیت سے معنی مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے وہ جہنم میں رہیں گے اس بنا پر آسمان وزمین
کا باقی رہنا شرط اور ان کا عذاب میں باقی رہنا مشروط ہوا آیت کا اقتضاء یہ ہے کہ جب شرط کا وجود ہوگا مشروط کا بھی ہوگا
لیکن جب شرط کا وجود نہیں ہوگا تو مشروط بھی نہیں پایا جائیگا۔ یہ آیت سے ثابت نہیں ہوتا جسطرح مناطقہ بولتے ہیں
کہ اگر یہ چیز انسان ہے تو حیوان بھی ہے لیکن یہ چیز انسان نہیں ہے تو نتیجہ یہ نہیں آئیگا کہ حیوان بھی نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے
کہ وہ چیز انسان نہ ہو بلکہ گائے بکری ہو اسلئے کہ حیوان انسان سے عام ہے پس اسی طرح ہم یہاں پر کہیں گے کہ جب
تک آسمان زمین باقی رہیں گے ان کا عذاب بھی باقی رہیگا لیکن آسمان وزمین فنا ہو جائیں گے تو نتیجہ یہاں یہ نہیں
پیدا ہوگا کہ ان کا عذاب بھی فنا ہو جائیگا کیونکہ علم منطق میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثناء نقیض مقدم کا کچھ بھی نتیجہ
نہیں دیتا۔ جب نقیض مقدم کے استثناء نے کچھ نتیجہ نہیں دیا تو ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گیا کہ اگر آسمان وزمین باقی نہ بھی
رہیں جب بھی عذاب جاری رہیگا پس معلوم یہ ہوا کہ ان کو عذاب دنیاوی آسمان وزمین کے بقا کی مدت کے برابر ہوگا اور
پھر فنا نہیں ہوگا۔ اخروی آسمان وزمین کے زمانہ میں بھی ہوگا جنکا وجود دائمی ہے (باقی باقی)

کیا اسلام تمدن سے مانع ہے؟

(از مولوی عابد حسین صاحب گیاوی متعلم دار الحدیث رحمانیہ)

آج ساری دنیا میں منکرین مذہب کو جس چیز نے سب سے زیادہ مذہب کا دشمن بنا یا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے
خیال میں تمام مذاہب دنیاوی ترقیوں کے سدراہ ہیں اس سلسلے میں ان کے حسب ذیل چند اعتراضات ہیں (۱) وہ
یہ کہتے ہیں کہ مذہب صرف اعتقادیات ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ہم جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں ہر بات میں دست اندازی

نوٹ:۔ گذشتہ پرچہ میں مٹ دھٹ پر آیتوں میں کچھ غلطیاں رہگئی ہیں جو آئندہ پرچہ میں واضح کیجائینگی یہ رسالہ پیٹ ہو جانیکے بعد اس کی اطلاع ہوئی۔ منیجر

. چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، ایک چیز بھی اسکی حد سے باہر نہیں ہو سکتی۔ ایسی پابندی میں رہکر انسان کیونکر ترقی کر سکتاہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی قوم نے ترقی کی تو ہمیشہ مذہبی پابندی سے آزاد ہوکر۔

(۲) مذہبی اعمال ایسے سخت ہوتے ہیں کہ ان کی پابندی معاشرت اور تمدن کی ترقی کا موقع نہیں دیتی۔

(۳) ہر مذہب دوسرے مذہب والوں کے ساتھ سخت تعصب اور نفرت کی تلقین کرتا ہے جس کی وجہ سے کبھی کسی قوم نے غیر مذہب والوں پر انصاف کے ساتھ حکومت نہیں کی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ اعتراضات مذہب اسلام پر عائد ہو سکتے ہیں یا نہیں، عام مذاہب کی نسبت تو یہ اعتراضات واقعیت سے خالی نہیں۔ لیکن جب ہم مذہب اسلام میں غور کرتے ہیں اور نظر دقیق سے کام لیتے ہیں تو ہم پر صاف مثل سورج کے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مذہب اسلام ان اعتراضات کا ہدف نہیں بن سکتا۔ بیشک غیر مذاہب نے انسان کے ہر ایک جزئی فعل کو مذہب کے شکنجہ میں بری طرح جکڑ دیا ہے۔ لیکن اسلام اس غرض سے آیا کہ اس قسم کی تمام تنگیوں کو مٹا دے اور دینی و دنیاوی ترقی کا راستہ صاف کر دے۔ قرآن مجید نے خاص طور پر یہود اور نصاریٰ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ لا تغلوا فی دینکم۔ تم مذہب میں غلو نہ کرو۔ مذہب میں غلو کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر قسم کی حرکات و سکنات کو مذہب کے دائرہ میں داخل کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ مذہبی احکام سخت اور ناقابل تعمیل مقرر کیے جائیں۔ مذہب اسلام دونوں اموں سے دور ہے۔ قبل از اسلام مذہب کے دائرہ میں لوگوں نے یہانتک وسعت دے رکھی تھی کہ زندگی کے عیش و عشرت ناز و نعمت، خورد و پوش کو بھی مذہب میں داخل کر دیا تھا۔ اور ان میں جواز و عدم جواز کی ناقابل برداشت پابندیاں عائد کر دی تھیں چنانچہ قرآن نے صاف کہدیا قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق۔ خدا کے انہی احکام کی بنا پر آنحضورؐ نے دنیاوی معاشرت و تمدن کو مذہب کے دائرے سے بالکل جدا رکھا اور صاف فرمادیا انتم اعلم بامور دنیاکم۔ یعنی دنیاوی امور کو تم خوب جانتے ہو، رہی مذہبی اعمال کی سختی تو اسلام کا دعویٰ ہے اور بجا طور پر دعویٰ ہے کہ اس کے مذہبی احکام نہایت ہی نرم اور آسان اور سہل العمل ہیں۔ خدا خود فرماتا ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج (الحج) دوسری جگہ فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ خدا تمہارے ساتھ سختی کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ آسانی کا ارادہ کرتا ہے۔ تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اسلام کا صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے احکام اس دعویٰ کے شاہد ہیں۔ اسلام میں صرف پانچ فرائض ہیں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ جہاد۔ حج اور زکوٰۃ صرف دولت مندوں پر ہے۔ جہاد صرف اسوقت فرض ہے جب خود اختیاری حفاظت کی ضرورت پڑے باقی رہے۔ دو فرض۔ نماز۔ روزہ۔ روزہ سال بھر میں صرف ایکمرتبہ ہے وہ بھی مسافر۔ بیمار۔ نہایت کمزور پر نہیں۔ البتہ نماز کسی حالت میں معاف نہیں۔ لیکن باوجود اس کے بھی نماز میں بہت آسانی کر دی گئی ہے۔ بیمار کیلئے وضو کی ضرورت نہیں۔ سواری کی صورت میں سمت قبلہ ہونا ضروری نہیں۔ ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر بیٹھکر لیٹ کر ہر صورت سے ادا کی جا سکتی ہے۔ سفر میں بجائے چار رکعت کے صرف دو رکعت رہجاتی ہے اسکے وہ جو ارکان و آداب ادا کیلئے مقرر ہیں۔ ان میں سے خصوصیت کے ساتھ نہایت کم کی پابندی ضروری ہے۔ مثلاً

بحالت صحت قیام قرأت رکوع اور سجود اور بحالت عذر ان کی ضرورت بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ غرض بعض امور باقی کسی خاص طریقہ کی پابندی ضروری نہیں۔ چنانچہ مختلف اماموں نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔ اسکے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے کہ ہندو بغیر پنڈت کے عیسائی بغیر پادری کے یہود بغیر احبار کے عبادت نہیں کر سکتے۔ لیکن مسلمانوں کو دوسرے کی دستگیری کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا آپ پادری اپنا آپ پنڈت اپنا آپ راہب ہے۔ اسلام نے طریقۂ عمل کے لئے جہاں شرط اختیار کی ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ قیدیں فی نفسہ ضروری نہیں۔

ہمارا دعویٰ صرف یہ نہیں کہ اسلام تمدن کے موافق ہے بلکہ ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ تمدن کو ترقی دیکر بام عروج تک پہنچانیوالا ہے دنیا میں جب کسی قوم نے تمدن میں ترقی کی ہو گی یا کریگی۔ تو ان ہی اصول پر کی ہوگی یا کرے گی کہ وہ یہ خیال کرے کہ وہ اعلیٰ ترین مخلوقات سے ہے۔ اور جتنی چیزیں کائنات میں ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ انسان ان سے ہر قسم کا فائدہ اٹھائے۔ سب سے پہلے قرآن مجید نے ان اصول کی تعلیم دی لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم دوسری جگہ ارشاد ہے وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا۔

(۲) انسان یہ خیال کرے اور اس بات پر کامل یقین رکھے کہ اس کے خیر و شر ترقی و تنزل عروج و زوال کا دارومدار تمام اس کی سعی اور کوشش پر ہے۔ دنیا اور دین کی تمام کامیابیاں اسکی کوشش پر موقوف ہیں قرآن مجید نے صاف طور پر اس اصول کو بیان کر دیا۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔

(۳) تمدن کی ترقی کا سب سے بڑا آلہ مساوات کا اصول ہے یعنی یہ کہ تمام انسان کے حقوق برابر ہیں۔ فلاسفر گوندرسیہ کا قول ہے کہ حقوق انسانی کے سمجھنے کا پہلا دیباچہ مساوات ہے۔ اور مساوات ہی تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے۔ لیکن اسلام کے قبل تک یہ خیال کسی قوم و ملک میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ تعزیرات کے متعلق مہذب سے مہذب قوموں کا طرز عمل یہ تھا کہ مجرموں کو مرتبہ اور درجہ کے لحاظ سے سزائیں دی جاتی تھیں۔ لارڈ لاروس اپنی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ "رومن امپائر میں ایک جرم کی سزائیں مختلف ہوا کرتی تھیں یعنی مجرم کی حیثیت اور درجہ کے لحاظ سے سزا ہوتی تھی اسکے بعد مصنف نے اس ناانصافی اور ظلم کی تفصیل کی ہے اور رومن سے لیکر فرنچ تک کے واقعات گنائے ہیں۔ فلاسفر فرنک لکھتا ہے کہ "مساوات کی بنیادیں صرف پچاس برس سے یورپ کی بعض قوموں میں پڑیں اور اب دوسری حصوں میں پھیلتی جاتی ہیں۔ فلاسفر مذکور مساوات کی ابتدا پچاس برس سے بتاتا ہے لیکن اسلام میں ساڑھے تیرہ سو برس پہلے سے یہ اصول قائم ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ رسول اللہ صلعم فداہ ابی وامی ارشاد فرماتے ہیں۔ نہ تو عربی کی عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر۔ کل کے کل آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ اسلام اس پر نہایت سختی سے کاربند ہوا۔ اور جاہلیت کے خیالات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کو مدینہ منورہ سے بیت المقدس تک اونٹ پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے ساتھ ایک اونٹ اور غلام تھا لیکن آپنے مدینہ سے بیت المقدس کی مسافت اس طرح طے کی کہ تھوڑی دور آپ خود اونٹ پر سوار ہوتے تھوڑی دور غلام کو اونٹ پر سوار کرتے۔ اور خود اونٹ

سامنے چلتے تھے۔ اللہ اللہ یہ تھا اسلامی مساوات کا سبق جسکو مسلمانوں نے عمل کرکے دکھا دیا۔ آج کوئی دنیا میں ہے جو اپنے نوکر کو اپنے ساتھ بٹھا سکے ؟

(۴) تمدن کی ترقی کا بڑا ذریعہ مذہبی نفرت اور مذہبی جبر کو دور کرنا۔ اور ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملت انصاف برتنا ہے۔ جب سے دنیا آباد ہے۔ ہمیشہ ہر ملک میں ہر قوم میں یہ طریقہ رہا کہ غیر مذہب والوں پر جبر کیا جاتا تھا۔ ان کی مذہبی آزادی سلب کرلی جاتی تھی۔ انکے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اور ان سے نفرت وحقارت کی تلقین کی جاتی تھی۔ اسلام نے آکر ان سب کو ناجائز قرار دیا۔ اور صاف کہدیا کہ ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملت انصاف کرو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (نحل) تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا (مزمل) اسلام کا یہ صرف حکم ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں نے عمل کرکے دکھا دیا۔ فاروق اعظمؓ نے جب بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ تو وہاں کے عیسائی رؤسا کو اپنے سامنے بلایا۔ اور یہ امان نامہ لکھوا کر ان کے حوالے کردیا۔ یہ امان نامہ ہے جو امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دیا ہے۔ ایلیا والوں کی جان ومال۔ گرجے، صلیب بیمار تندرست سب کو امان دی جاتی ہے ان کے گرجوں میں سکونت نہ کی جائیگی اور نہ وہ ڈھائے جائینگے یہانتک کہ انکے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائیگا۔ نہ انکی صلیبوں اور مالوں میں کمی کی جائیگی نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائیگا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائیگا۔ یہ تھا عہد نامہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے غیر مذہب والوں کے ساتھ کیسا اچھا برتاؤ کیا اور انھیں کتنی بہترین مذہبی آزادی دی۔ آپ تاریخ کی کتابوں کی ورق گردانی کریں تو آپ کو ایسے واقعات بہت نظر آئیں گے جنمیں غیر مذہب والوں کو ہر طرح سے مذہبی آزادی دیگئی اور ان کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا گیا ہے۔

(۵) تمدن کی ترقی کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ عورتوں اور مردوں کو مساویانہ حقوق دیئے جائیں۔ اسلام کے قبل تمام دنیا کا عمل اسکے خلاف رہا۔ اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے اس کی تلقین کی۔ اور عورتوں کو حقوق دلوا دیئے۔

(۶) کسی قوم کی ترقی کا سب سے بڑا آلہ یہ ہے کہ اس کے ہر فرد کو من حیث القوم "سلف آنر" یعنی آپ اپنی عزت کا خیال دلایا جائے۔ اسلام نے ابتدا ہی سے اس نکتہ کو پیش نظر رکھا۔ اور مسلمانوں کو خطاب کرکے کہا۔ کنتم خیر امۃ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔ قرن اولیٰ میں جب تک اسلام صحیح معنوں میں رہا۔ یہ خیال مسلمانوں میں اس طرح جاگزیں تھا کہ قوم کا ہر ہر فرد من حیث القوم اپنے آپ کو افضل ترین عالم تصور کرتا تھا۔ یہی سلف آنر کا خیال تھا جو مسلمانوں کی ہر قسم کی حوصلہ مندیوں، اولوالعزمیوں اور بلند خیالیوں کا باعث تھا۔ اگر آپ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک معمولی درجہ کا مسلمان کس طرح قیصر وکسریٰ کے دربار میں دلیری اور آزادی سے سوال وجواب کرتا تھا۔

ترقی کا مقدم ترین اصول، علم ہے۔ اسلام نے علم کو گویا لازمۂ اسلام قرار دیا۔ آیات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ علم کی کے متعلق بکثرت موجود ہیں۔ ان سے قطع نظر واقعات پر نظر ڈالیں۔ تاریخ ہر ہر قدم پر اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام

نمایں جہاں جہاں گیا علم کو ساتھ لیکر گیا۔ اور وہ قومیں جو ازل سے جاہل اور اُمّی تھیں۔ جس دن سے اسلام لائیں۔ فن سے معمور ہو گئیں۔ عرب ابتداء عالم سے جاہل تھے یہانتک کہ اوائل اسلام تک بڑے بڑے شعرا جاہل تھے پڑھنے لکھنے کو عار سمجھتے تھے۔ لیکن یہی عرب اسلام کے وجود میں علم کا مرکز بن گیا۔ اور امام شافعیؒ امام مالکؒ۔ امام رازیؒ جیسے ہزاروں علماء پیدا ہوئے۔ ترک کی قومیں ہزاروں برس پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن انکا امتیازی وصف یہ تھا۔ع

چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغمارا

اُنھیں ترک سے اسلام لانے کے بعد حکیم ابونصر فارابی اور امیر خسرو جیسے حکما وشعراء پیدا ہوئے۔ غرضکہ اسلام جہاں جہاں گیا علم کی دولت سے مالا مال کرتا گیا۔

(۸) ترقی کا ایک یہ بھی اصول ہے کہ نظام حکومت جمہوری طور پر قائم کیا جائے۔ اسلام نے اس اصول پر اسقدر زور دیا کہ خود آنحضور کو اسکی پابندی کا حکم ہوا۔ وشاورھم فی الامر۔ حالانکہ وحی والہام کی صورت میں کسی سے صلاح کی ضرورت نہ تھی مزید تاکید کیلئے مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت یہ قرار دی وامرھم شوریٰ بینھم صدر اسلام کی حالت پر آپ غور کریں تو آپ کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ کسطرح آنحضورؐ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ نے عمل کر کے دکھایا۔ آنحضور صلعم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ استحقاق قابلیت کی بناپر عام رائے سے مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے ان کے بعد باوجود اسکے کہ ان کے جوان۔ بہادر۔ عقلمند اور لائق بیٹے موجود تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ منتخب ہوئے جو حضرت ابوبکرؓ کے کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھے۔ فاروق اعظمؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ منتخب ہوئے حالانکہ حضرت عمرؓ کے لائق بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ موجود تھے۔ حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ غرض مسلمانوں نے عام رائے کا ہمیشہ لحاظ رکھا اور جمہوری حکومت پر عمل کر کے دکھایا۔ مندرجہ بالا اصولوں پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بیشک مذہب اسلام ہر طرح تمدن ومعاشرت کو ترقی دیکر بام عروج پر پہنچانیوالا ہے چنانچہ استشہادی طور پر خلافت راشدہ، امویہ، عباسیہ، عثمانیہ، فاطمیہ مصر اور امویہ اندلس کو فخر سے پیش کیا جا سکتا ہے جبکہ مسلمانوں نے اسلام پر قائم رہ کر تمدن وترقی کے حیرت انگیز کرشمے ظاہر کئے۔

بصائر

از محمد اکبر پرتاب گڈھی متعلم جماعت اولیٰ۔

(۱) جو عقل صحیح راستہ کی رہنمائی کرے اور ہلاکت وبربادی سے محفوظ رکھے اس سے بہتر کوئی کمائی نہیں۔ (۲) ہر چیز پہلے چھوٹی ہوتی ہے پھر بڑھجاتی ہے مگر مصیبت پہلے پہل بڑی ہوتی ہے پھر چھوٹی ہوجاتی ہے۔ ہر چیز جب زیادہ ہو جاتی ہے تو ارزاں ہوتی ہے لیکن ادب جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی گراں ہوتا ہے۔ (۳) جسکی بات نرم ہوتی ہے اس سے سب محبت کرتے ہیں اور جس کا شگفتہ چہرہ ہوتا ہے اس سے سب خوش رہتے ہیں۔ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں داخل ہوتی ہے اور جو صرف زبان سے نکلتی ہے وہ کانوں سے زیادہ تجاوز نہیں کرتی۔ اقبالؔ سے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ؎ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔

(ترجمہ از مجانی الادب۔ یکے از کتب درسیہ جماعت اولیٰ)